فخر ہند، فخر نوایت، علامہ حافظ محمد حسین بھٹکلی ازہریؒ

از: حضرت مولانا محمد شفیع قاسمی بن ڈاکٹر علی ملپا صاحب
ناظم ادارہ رضیۃ الابرار بھٹکل

حضرت علامہ محمد حسین بن محمد میراں ازہری رحمۃ اللّٰہ علیہ قوم کے ایک مایہ ناز فرزند تھے۔آپ کو فخر بھٹکل کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ غالباً ۱۹۰۲ء میں بھٹکل میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم مفتی شریف محی الدین اسحاقی (عالما خلفو) رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔قرآن مجید کو حفظ کیا، غالباً آپ بیسویں صدی عیسوی کے پہلے حافظ قرآن ہیں۔اور غالباً نصف صدی کے بعد حافظ اقبال بن عبدالقادر موٹیا ندوی حافظ ہوئے۔پھر قیام جامعہ کے بعد سینکڑوں طلبہ حافظ قرآن ہوئے۔

مولانا محمد حسین صاحب مختلف علماء سے استفادہ کیا۔ممبئ میں مولانا عبدالعلیم صدیقی اور شیخ سعد اللّٰہ صاحب سے بھی تعلیم حاصل کی۔ پھر ۱۹۲۴ء میں حصول تعلیم کیلئے جامع الازہر مصر چلے گئے۔وہیں پر جملہ علوم وفنون کی تعلیم حاصل کی، ان کی علمی قابلیت کی بنا پر ان کو جامع الازہر مصر میں استاد مقرر کیا گیا۔مختصر عرصہ میں آپ نے بہت ترقی کی، آپ کا درس بہت مشہور ہوا، آپ کو ہندوستانی طلبہ کا نگراں مقرر کیا گیا، مشہور ہے کہ قائد ملت، مجاہد اسلام مولانا محمد علی جوہرؒ جب آزادی کے سلسلہ میں گول میز کانفرنس کیلئے لندن تشریف لے گئے، تو دوران کانفرنس ان کا انتقال ہوگیا، تو ان کی وصیت کے مطابق ان کی نعش کو بیت المقدس لے جانا تھا، لندن سے برائے پانی جہاز مصر کے راستہ بیت المقدس جاتے وقت نعش کو ۲۰؍جنوری ۱۹۳۱ عیسوی کو مصر میں اتارا گیا، سرکاری اعزاز کے ساتھ مصر کی مسجد عباس میں آپ کی دوسری مرتبہ نماز جنازہ ادا کی گئی، ایک روایت کے مطابق نماز جنازہ میں تقریباً پچاس ہزار آدمی شریک تھے۔نماز جنازہ پڑھانے کی سعادت ایک ہندوستانی بھٹکلی عالم مولانا محمد حسین بھٹکلی ازہری کے حصہ میں آئی۔آپ نے جنازہ کی امامت فرمائی۔اس کے بعد جنازہ کو بیت المقدس لے جایا گیا۔

آپ کے متعلق آپ کے ساتھ مصر میں مقیم ایک ہندوستانی عالم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے استاد مولانا محبوب الرحمٰن ازہریؒ جو ۱۹۳۸ عیسوی میں حصول تعلیم کیلئے جامع ازہر مصر گئے تھے، اپنے تاثرات کو اس طرح لکھتے ہیں۔

"۱۹۳۸ عیسوی اکتوبر کا مہینہ تھا کہ سرزمین مصر پر میں نے قدم رکھا اور دوڈھائی ہفتہ گذارنے کے بعد میں ۶ شارع القربیہ کی ایک پرانی عمارت میں داخل ہوا۔ یہ عمارت غیر ملکیوں کے ہوسٹل کے طور پر استعمال ہورہی تھی۔رواق الہنود (ہندوستانی ہوسٹل) ایک متوسط ہال میں واقع تھا اور اس کے ایک جانب لکڑی کا پارٹیشن تھا، جس کے پیچھے ایک شخص کم سخن اور خلوت پسند ہندوستانی کا قیام تھا۔ بزعم خود مجھے اپنی عربی دانی پر اعتماد تھا اور اب تک جتنے بھی ہندوستانی مجھے ملے ان سب میں اپنے کو فائق پاتا تھا، مثل مشہور ہے کہ "اونٹ جب تک پہاڑ کے پاس نہیں گذرتا، اپنے کو ہی بلند سمجھتا ہے"۔ کچھ ایسی ہی بات تھی کہ پہاڑ کے پاس سے گذر ہوا اور بغیر کسی مقابلہ یا احساس کمتری وبرتری کے میرا تعلق شیخ محمد حسین نوایتی (بھٹکلی) سے بتدریج بڑھتا گیا۔ وہ ایک زمانہ سے مصر میں تھے اور اپنے زمانہ کے اعتبار سے جامع ازہر کی اعلیٰ ڈگری حاصل کر چکے تھے۔اس زمانہ میں ڈگری حاصل کرنا مقصود نہیں تھا، بلکہ قابلیت اور صلاحیت ہی

اصل مقصود تھا۔۔۔۔۔۔شیخ محمد حسین نوایتی پرانے نظام تعلیم کے سند یافتہ تھے، اس لئے ان کی قابلیت وصلاحیت مسلمہ تھی۔ نئے نظام میں جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کم صلاحیت والے بھی درسی کتابوں میں منتخب ابواب میں امتحان دے کر کامیابی حاصل کر لیتے ہیں اور ضروری نہیں کہ ان کو فن پر عبور حاصل ہوا ہو۔ آخری مرحلہ پر پہنچ کر کسی ایک فن پر زور صرف کرتے ہیں اور اس میں تخصیص (ریسرچ) کرتے ہیں۔ اس طرح قابلیت صرف ایک فن یا ایک موضوع پر تو ہو سکتی ہے، لیکن دوسرے فنون کا علم صرف ابتدائی طور پر ہوتا ہے، اس اعتبار سے شیخ محمد حسین نوایتی (بھٹکلی) کو تمام فنون پر مکمل دسترس حاصل تھی۔ شیخ نوایتی کی تحریر بہت پاکیزہ تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ کسی خوشنویس نے بہت سنبھال کر لکھا ہے۔ مصر میں عام طور پر عربی خط رقعہ میں لکھی جاتی ہے جو نستعلیق سے بدلا ہوا خط ہے، غیر عربی اس خط پر عبور نہیں رکھتے اور اپنے خط سے پہچان لئے جاتے ہیں کہ غیر عربی ہیں، اس کا فائدہ یہ پہنچتا ہے کہ ممتحن ان کے ساتھ نرمی کرتا ہے اس فائدے سے شیخ نوایتی محروم تھے۔ وہ عربی خط رقعہ میں ہی لکھتے تھے۔ تیسرا خط نسخ ہے جو عربی کتابت وطباعت میں استعمال ہوتا ہے، شیخ نوایتی تینوں خطوں میں بہت عمدہ لکھتے تھے۔ یہ امتیاز کسی دوسرے غیر عربی کو حاصل نہیں تھا۔ میری عربی دانی اور صاف خط رقعہ لکھنے کی وجہ سے شیخ محمد حسین نوایتی مجھ سے قریب ہوتے گئے اور اس درجہ قریب ہو گئے کہ لوگوں کو تعجب ہوتا تھا کہ اتنا خشک آدمی اس نوجوان سے اس طرح کیسے گھل مل گیا۔ وہ اپنے کمرہ میں اپنے بستر پر کسی کو بیٹھنے نہ دیتے تھے اور میرے لئے ان کا بستر اپنا بستر تھا۔ دھیرے دھیرے ان کی قابلیت کا اندازہ ہوتا گیا۔ انہوں نے خود کبھی اپنے علم وفضل کو ظاہر نہیں کیا، بلکہ مشک آنست کہ خود بوید نہ کہ عطار بگوید کے مصداق ان کا علم وفضل روشن ہوتا گیا۔۔۔۔۔۔۔

مشخیتِ رِواق الھنود: ہر ملک کی رواق (ہوسٹل) کا ایک ذمہ دار شیخ (Superintendent) از ہر کی طرف سے مقرر ہوتا تھا جو با تنخواہ از ہر کا ملازم ہوتا تھا۔ ہندوستان کے طالب علموں کی تعداد بہت کم تھی جو ایک درجن ہو سکتی تھی، اس میں بھی بعض باہر رہتے تھے اور کچھ دوسری رواق میں (مولانا عمران خان صاحب اور ان کے ساتھی مولوی سعد الدین صاحب رواق عباسی میں رہتے تھے) اس طرح کل چار پانچ ہندوستانی رواق الہنود میں تھے، جن کا خود ساختہ ذمہ دار ایک شخص تھا۔ اسے امید تھی کہ وہ شیخ رواق الہنود بن سکے گا۔ دوسروں کو دلچسپی اس لئے نہ تھی کہ وہ یا تو قابل نہیں تھے یا پھر ان کو مصر میں رہنا نہیں تھا۔ شیخ نوایتی (بھٹکلی) ہی وہ شخصیت تھے جن کو اس عہدہ کیلئے مناسب سمجھا جاتا تھا۔ ہمارا خیال یہ بھی تھا کہ اگر کسی پر شیخ رواق الہنود کا مظاہرہ ہو تو ہماری نمائندگی قابل شخصیت سے ہو، از ہر کی ہزار سالہ برسی کا موقع قریب تھا، میں کچھ اس انداز سے سوچ رہا تھا۔ ایک طرف ان کی قابلیت اور علمی شخصیت کہ مصری کسی کو گھاس نہیں ڈالتے تھے، وہ ان سے استفادہ کیلئے پرائیویٹ طور پر ان سے ملتے تھے اور استفادہ کرتے تھے۔ دوسری طرف مدعی مشخیت ایک نااہل شخص تھا جو عربی زبان کو اپنی جہالت کی وجہ سے جرمنی زبان کہتا تھا۔ یہ دو ایسے سبب تھے کہ ہر قیمت پر شیخ نوایتی کو میں شیخ رواق دیکھنا چاہتا تھا اور نتیجۃً میرا خواب شرمندہ تعبیر ہوا۔ میں اکثر قاہرہ کے مضافات میں کرایہ کے کمرہ میں رہتا تھا، اس لئے مشخیت حاصل ہونے کے بعد ایک دن شیخ نوایتی پر حملہ بھی ہوا، جس میں وہ زخمی ہو گئے اور شہر میں ایک احمد آباد کے تاجر کے یہاں قیام پذیر ہوئے۔ شیخ رواق ہونے کے بعد تقریباً چار سال وہ اس عہدہ پر فائز رہے اور مشخیت رواق کو ان کی وجہ سے سر بلندی اور سرفرازی نصیب ہوئی۔''

شیخ محمد حسین ازہری علمی مشاغل میں اتنے مستغرق ہو گئے کہ وہ اپنے شہر بھٹکل واپس نہ آئے، اور نہ انہوں نے شادی کی، معتبر

ذرائع سے معلوم ہوا کہ بعض حاسدین نے ان کو کھانے میں کوئی چیز ملا کردی، جس سے ان کی موت واقع ہوئی، اس وقت آپ کی عمر ۴۴ سال کی تھی، ۱۹۴۶ء عیسوی میں آپ کا انتقال ہوا۔ اور مصر ہی میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون، **اللّٰهم اغفرله وارحمه واعفه واكرمه وارفع درجته.**

آپ کی قومیت نوایت، عرف چامنڈی، اور مسلک اہل سنت والجماعت شافعی ہے۔ مشہور ہے کہ آپ کا لقب صدیقا ہے۔